وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

سلسلۂ حالاتِ نظر بندانِ اسلام

نمبر ۳۳

شیخ الہند

حضرت مولانا محمود حسن صاحب قبلہ محدّث دیوبندی

کے

مختصر سوانح و حالات اسیری

جسے

صدر دفتر

انجمن اعانتِ نظر بندانِ اسلام دھلی نے ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء شائع کیا

طبع اول دو ہزار

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں باہتمام لالہ ٹھاکر داس کے پرنٹر چھپا

قیمت ۳ر

کون ہے جو آج اپنے خدا کو قرض دے؟

نظربندانِ اسلام کی مالی اعانت

کے لیئے ایک سرمایہ قایم کیا گیا ہے فدایانِ اسلام اور محبانِ ملت اِس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اگر ہر شخص ارادہ کرلے کہ وہ ہر روز صرف ایک پیسہ اپنے نظربندوں کے لیئے دیا کریگا۔ تو روزانہ کروڑہا پیسے جمع ہو سکتے ہیں!

آپ جو کچھہ جمع کرسکیں

انجمن کے خزانچی عبدالرحمٰن بی اے۔ ایل ایل بی۔ وکیل دہلی کے پتہ پر بھیجدیں کہ یہ کام نہ ہمارا ہے نہ آپ کا، نہ نظربندوں کا بلکہ خدا کا کام ہے!

الملتمس

(ڈاکٹر) مختار احمد انصاری (ڈاکٹر) عبدالرحمان

سکرٹریان۔ انجمن اعانت نظربندانِ اسلام (دہلی)

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ایک مقدس بزرگ

حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب محدث دیوبندی دامت برکاتہم دیوبند کے ایک معزز با وقار شریف علمی خاندان کے ممتاز رکن ہیں۔ آپ کے والد محترم جناب مولانا مولوی ذوالفقار علی صاحب مرحوم و مغفور بڑے جید عالم اور ادبیات میں یگانۂ روزگار تھے۔ ہمیشہ علمی خدمات میں مشغول رہے اور بیش بہا علمی ادبی تصنیفات اپنی بہترین یادگار چھوڑ گئے۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب کے چار صاحبزادے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ مولانا حامد حسن صاحب مولانا حکیم محمد حسن صاحب۔ مولوی محمد حسن صاحب۔ مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم چاروں بھائیوں میں بڑے ہیں۔ خدا کی خاص رحمت اور نظر عنایت سے چاروں بھائی اہل علم و فضل تھے ان میں سے مولانا حامد حسن صاحب انتقال فرما گئے اور تین بھائی اب تک زندہ سلامت موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے اپنے فاضل بزرگوار والد کی آغوش تربیت میں

پرورش پانے کے بعد ہندوستان کے مسلم بزرگ متبحر عالم درویش کامل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں علوم دینیہ کی تحصیل شروع کی اور اپنی جبلی ذکاوت اور ازلی سعادت اور محترم اُستاد کی شفقت سے علوم عقلیہ اور فنون نقلیہ میں اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کرلی۔ برسوں اُستاد کی خدمت میں رہے اور اُنکی ایسی خدمت کی کہ ابنار زمانہ تعجب کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اگرچہ حضرت نانوتوی کے شاگردوں میں بڑے بڑے فاضل اور باکمال لوگ پیدا ہوئے مگر مولانا محمود حسن صاحب کی سی وسعت نظری علوم نقلیہ وعقلیہ کی مہارت و دقایق رسی، نکتہ سنجی معارف شناسی کسی دوسرے میں نہیں پائی گئی وَذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ

تحصیل علوم سے فراغت پاتے ہی درس وتعلیم کی خدمت شروع کردی اور دیوبند کی مشہور ومعروف بلکہ ہندوستان کی ممتاز علمی درسگاہ یعنی دارالعلوم دیوبند میں تقریباً چالیس برس تک نہایت استقلال ویکسوئی۔ صدق نیت اور اخلاص سے علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔

دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عظمت اور شہرت اوس کے مقدس سرپرستوں حضرت مولانا نانوتوی وحضرت مولانا گنگوہی نوراللہ مرقدہما کی توجہ باطنی کے بعد صرف اون کے سچے باکمال جانشین یعنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کے خلوص کی برکت اور اون کے کمال علمی کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ اگرچہ آپ کو تمام علوم میں مہارت تامہ تھی مگر خاص فن حدیث میں تو آپ کے فضل وکمال کا آوازہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہونچکر دوسری ولایتوں میں بھی گونج رہا تھا۔ روس وایران وفارس وعرب وترکستان وغیرہ وغیرہ سے

طالب علم صرف حضرت مولانا کی خدمت میں حدیث پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوتے تھے اور فن حدیث کے بیش بہا انمول جواہرات سے دامن مقصود بھر لیجاتے تھے۔ بہت سے ذکی اور مستعد طالب علم مختلف ملکوں کے مشہور اساتذہ کی خدمتوں میں رہنے کے بعد حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضرت مولانا کی زبان فیض ترجمان سے احادیث نبویہ کے معانی و مضامین سُن کر نہایت انصاف اور سچے دل سے اعتراف کرتے کہ مولانا جیسا فاضل اور باکمال عالم اِس وقت دنیا میں موجود نہیں۔ مختلف ملکوں میں تو آپکے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کی تعداد معلوم ہونا بہت مشکل ہے لیکن ہندوستان میں آپکے بلاواسطہ شاگرد ہزاروں کی تعداد میں اور بالواسطہ یعنی شاگردوں کے شاگرد پچیس تیس ہزار سے کم نہوں گے۔ ہندوستان کی کوئی علمی درسگاہ ایسی نہ ہوگی جس میں حضرت مولانا کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد مسند درس و تعلیم پر متمکن نہ ہوں۔

آپکے خاص شاگرد مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی خاص حرم مسجد نبوی میں علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے اور حرم نبوی کے علما و مدرسین میں ممتاز درجہ رکھتے اور نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور گویا اس طرح حضرت مولانا کا علمی فیض خاص حرم نبوی میں بھی تشنگان علوم کو سیراب کر رہا تھا۔

مدرسۂ عالیہ دیوبند کے موجودہ مدرسین میں اکثر حضرت مولانا کے شاگرد یا فیض یافتہ ہیں۔ جناب فاضل اجل مولانا مولوی انور شاہ صاحب جو ایک باکمال عالم ہیں اور اسوقت مدرسہ دیوبند میں صدر مدرس کی خدمت انجام دے رہے ہیں حضرت مولانا ہی کے روحانی فرزند اور خاص تربیت یافتہ ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم جناب شمس العلماء مولانا مولوی حافظ محمد احمد صاحب یوں تو اس وجہ سے کہ وہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں مولانا کے مخدوم زادہ ہیں لیکن روحانی طور پر وہ بھی حضرت مولانا کے فیض تربیت کے زیر بار احسان ہیں۔ مولانا نے باوجود اس کے کہ حافظ صاحب اون کے تربیت یافتہ اور شاگرد تھے صرف مخدوم زادگی کی وجہ سے ہمیشہ اُن کی وہ عزت کی جو ایک لائق شریف النفس شخص اپنے استادوں یا استادزادوں کی کرتا ہے۔

غرضکہ ہندوستان کا تمام علمی طبقہ تقریباً ¾ مولانا سے ہی فیض یافتہ ہے اور اس طرح اگر یہ کہا جائے کہ آپ تمام ہندوستان کے علمی طبقہ کے سردار اور پیشرو ہیں تو بالکل بے جا نہ ہوگا کیونکہ جو لوگ آپ سے بواسطہ یا بلاواسطہ مستفید بھی نہ ہوں وہ بھی آپکے تبحر اور کمال کے بصدق دل معترف ہیں الاّ شرذمۃ قلیلۃ لا اعتداد بھم۔

حضرت مولانا کی علمی روش وہی تھی جو دہلی کے مشہور و معروف اور ہندوستان کے ممتاز علمی خاندان یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب و حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہما کی تھی اور آپ کا علمی سلسلہ اسی خاندان تک منتہی ہوتا ہے۔

علوم ظاہریہ کے اِس بے نظیر کمال کے علاوہ آپ علوم باطنیہ میں بھی شیخ کامل کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور علوم ظاہریہ کی تعلیم و تدریس کے علاوہ طالبان حق کی تلقین و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ملکات نفسانیہ کی تہذیب اور اصلاح قلوب بھی ہمیشہ فرماتے رہتے تھے۔ مسلمان آپ کی زیارت کو غنیمت اور خدمت کو ذخیرۂ آخرت سمجھتے اور آپ کا فیض صحبت حاصل کرنے کے لئے تمام اقطاع ہندوستان سے

دور دراز سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور کفش برداری کو فخر اور وسیلہ سعادت خیال کرتے۔ دن میں حضرت اقدس حدیث وتفسیر کی تعلیم میں مشغول رہتے تورات کو خدا کے سامنے کھڑے ہوکر خشوع وخضوع تضرع ومناجات میں گذارتے۔ دنیا کی لذت راحت، زینت کا کبھی خیال نہ فرماتے ہمیشہ سادگی اور زہد کے ساتھ زندگی گذارتے اور آخرت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ باوجود ان تمام کمالات کے تواضع اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ ادنےٰ مسلمان سے اپنے آپ کو حقیر سمجھتے اور ہر شخص کے ساتھ بکمال تواضع وانکسار پیش آتے۔ آپ کے حسن اخلاق اور کشادہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے کی وجہ سے ادنےٰ سے ادنےٰ شخص بھی یہ سمجھتا کہ مولانا کو سب سے زیادہ میرے ساتھ تعلق اور محبت ہے۔ مہمان نوازی آپ کا ایک خاص امتیازی وصف تھا۔ مہمانوں میں ہر قسم اور ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے اور حضرت مولانا بنفس نفیس تمام مہمانوں کی خدمت کرتے، کھانا کھلاتے۔ خود اون کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ اون کے سونے کے لیئے انتظام فرماتے اور ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھتے بسا اوقات اپنے شاگردوں اور مریدوں کے لیئے بھی (جو بطور مہمان ہوتے) اون کے سوجانے کے بعد سرہانے استنجے کے ڈھیلے اور پانی کا لوٹہ بھر کر رکھدیتے۔

الغرض علم وفضل۔ زہد وتقوےٰ۔ صبر وقناعت۔ حلم وتواضع اخلاص وعبادت۔ استقلال واستقامت آپ کے ایسے اوصاف ہیں جو مثل دوپہر کے آفتاب کے روشن ہیں۔

آپ کی تمام عمر خلق خدا کی خدمت میں گذری اور آپ کی ذات ستودہ صفات

تمام اوصاف حسنہ کا مجسم نمونہ ہے آپ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے سچے مصداق نیابت رسول کے واقعی مظہر حاملین شریعت مطہرہ کے حقیقی افسر ہیں۔

ایسے پاکباز فدائے ملت کو موجب فرمان نبوی لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین بارگاہ رسالت کے ساتھ جس قدر عشق ہوا اور روضہ انور کی جاروب کشی کے ساتھ جس قدر شغف ہو تھوڑا ہے اس لئے باوجودیکہ کئی مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہو چکے تھے مگر خانہ خدا کی جاروب کشی اور روضہ انور کی خاک بوسی کا شوق آپ کے دل کو ہمیشہ بے چین رکھتا تھا۔

اسی غلبہ شوق کی وجہ سے آپ نے سنہ ۱۳۳۳ ہجری میں زیارت حرمین شریفین کا ارادہ کیا لیکن اس خیال سے کہ اگر آپ کے باطنی فرزندوں یعنی شاگردوں اور عقیدت مندوں کو اس سفر کی اطلاع ہوگی۔ تو ہزارہا آدمی زیارت اور خدمت کے لئے حاضر ہوں گے۔ اور ان کی یہ تکلیف آپ کو گوارا نہ تھی آپنے سوائے چند خاص خاص لوگوں کے کسی پر اپنا ارادہ ظاہر نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ روانگی میں بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے۔ اب تو کسی نہ کسی طرح لوگوں کو خبر ہونے لگی۔ جس کو خبر ہوئی وہ دیوبند حاضر ہوا۔ تقریباً روانگی سے ایک ہفتہ پیشتر سے روزانہ دولت خانہ پر سو پچاس آدمیوں کا ہجوم ہونے لگا۔ اور عین روانگی کے دن تو سینکڑوں آدمی دیوبند اور دہلی کے درمیانی اسٹیشنوں پر بھی آکر ملتے گئے۔ دہلی کے اسٹیشن پر ایک بڑا مجمع ساتھ تھا۔ اسی درمیان میں نہ معلوم کس نے اور کس طرح یہ شہرت

اوڑادی کہ مولانا ہجرت کر کے تشریف لیئے جارہے ہیں۔ اِس خیال سے بہت سے خادم بے چین ہو گئے اور حضرت سے دریافت کیا کہ کیا حضور والا ہجرت کی نیت سے تشریف لیئے جارہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھائی میں نے ہجرت کی نیت نہیں کی ہے۔ ہاں ایک سرسری خیال دل میں ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو کچھ عرصہ تک خانۂ خدا کی جاروب کشی اور روضۂ مطہرہ کی خاک بوسی سے مشرف رہوں لیکن یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس ارادے اور خیال سے کب تک قیام کروں گا کیونکہ آب و ہوا کی موافقت یا مخالفت اسباب کی مساعدت ایسے امور ہیں کہ ان کے مستقبل کا کسی کو علم نہیں خدا جانے کیا ہو۔ حضرت اقدس کی اس تقریر سے لوگوں کو اطمینان ہوا اور ہجرت کے ارادے سے جانے کا خیال دلوں سے دُور ہو گیا۔ دیو بندی کی گاڑی ۴ بجے صبح کے دہلی پہونچی تھی اور دہلی سے بمبئی کی گاڑی ۷ بجے روانہ ہوتی تھی ۳ گھنٹے کے درمیانی وقفہ میں دہلی کے سینکڑوں آدمی اسٹیشن پر جمع ہو گئے اور حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اقدس سے اپنے لیئے دعا کرائی اور حضور والا کے بخیریت پہونچنے اور بعافیت واپس آنے کیلئے رو رو کر دعائیں کیں۔

ساتھ یا ساڑھے سات بجے گاڑی روانہ ہوئی۔ حضرت اقدس خدا حافظ کہہ کر بمبئی روانہ ہوئے اور سینکڑوں خدام باچشم گریاں و دل بریاں اپنے اپنے مقاموں کو واپس ہوئے۔

سفر حجاز کی پوری مصاحبت کا ارادہ رکھنے والے تین شخص آپ کے ہمراہ تھے مولوی عزیز گل صاحب۔ مولوی حاجی خان محمد صاحب۔ اور سید ہادی حسن صاحب خان جہاں پوری ان کے علاوہ مولوی وحید بھی تھے جو مولوی حسین احمد صاحب کے بھتیجے ہیں اور ان کا خاندان

مدینہ طیبہ میں مہاجرانہ اقامت رکھتا ہے مولوی وحید بھی مدینہ طیبہ سے صرف تحصیل علم کی غرض سے ہندوستان آئے ہوئے تھے اور حضرت اقدس کی خدمت میں تحصیل علم میں مصروف تھے اور اب اپنے دارالہجرت کو واپس جانے کے ارادہ سے حضرت مولانا کے ہمراہ تھے۔ دہلی سے روانگی کے بعد مولانا

بعض احباب کے اصرار سے رتلام اُترے اور ایک شب و روز قیام فرماکر بمبئی روانہ ہوئے۔ بعض شاگردوں اور ارادت مندوں کے بے حد مگر مودبانہ اصرار سے سورت اُترے اور غالباً دو تین روز اطراف سورت میں قیام فرماکر بمبئی پہونچے بمبئی میں جناب مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب و جناب مولوی محمد سہول صاحب بھاگل پوری و جناب مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب و جناب مولوی محمد میاں صاحب بھی بارادہ حج بیت اللہ پہونچ چکے تھے۔ جہاز کی روانگی میں شاید ایک روز ہی باقی تھا کہ حضور والا بمبئی پہونچے۔ عازمان حجاز جہاز کے ٹکٹ لے چکے تھے دوسرے دن تمام قافلہ روانہ ہو گیا۔

مکہ معظمہ پہونچکر خانۂ خدا کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حج بیت اللہ کے ارکان ادا کرنے لگے۔ حاجی خان محمد صاحب جو حضور والا کے خاص خادم اور جان نثار ارادت مند تھے بیمار ہوئے اور ایام حج ہی میں انتقال فرما گئے۔ حج سے فارغ ہو کر مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب نے واپسی کا ارادہ کیا اور مکہ معظمہ ہی سے واپس چلے آئے باقی ہمراہیان و حضرت مولانا مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور سید الکونین رسول الثقلین کی زیارت سے

مشرف ہوئے پھر مولوی مرتضیٰ احسن صاحب و مولوی محمد سہول صاحب و مولوی
محمد میاں صاحب وغیرہ غالباً ساتھ ساتھ تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا
دامت برکاتہم غالباً مدینہ منورہ میں برائے چندے ٹھہر گئے۔ مولانا خلیل احمد
صاحب نے بھی وہیں قیام فرمایا اثناء سال میں مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف
لائے غرضکہ حضور اکرم سرور بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی خاک
بوسی اور خانۂ خدا کی جاروب کشی جوان مقدس نفوس کا مقصد اعلیٰ اور قیام حجاز
سے مقصود اہم تھا اُسی میں مشغول رہ کر باطمینان و سرور قلب دن گذارتے تھے۔

غالباً شعبان ۳۴ھ میں شریف مکہ نے سلطان المعظم سے بغاوت کی اور
مکہ معظمہ کے اطراف میں لڑائی شروع ہوگئی۔ اِس بغاوت کی وجہ سے مکہ معظمہ میں
اسباب معیشت کی سخت گرانی ہوگئی نیز موسم کی گرمی اِس شدت کی پڑی کہ ناقابل
برداشت ہوگئی اِن وجوہ سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے واپسی کا ارادہ
کیا اور آخر شوال یا اوائل ذیقعدہ میں وہاں سے روانہ ہوکر وسط ذیقعدہ میں بمبئی
پہونچ گئے۔ مولانا خلیل احمد صاحب مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر مدرس
ہیں اور نہایت معمور الاوقات ذاکر شاغل بزرگ ہیں۔ آپ ابھی ۳۳ھ میں حضرت
مولانا محمود حسن صاحب سے کچھ روز قبل حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ دس گیارہ
مہینے حجاز میں قیام فرماکر آپ واپس تشریف لائے تھے۔

واپسی میں آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ اور حاجی مقبول احمد صاحب
اور سید ہادی حسن صاحب بھی تھے۔ بمبئی پہونچتے ہی مولانا کو سرکاری طور پر روک لیا
گیا اور پولیس افسروں اور انتظامی حکام نے مولانا کے اظہار اور بیان لیے اور ایک دو

روز اسی کشمکش میں رہ کر یہ اطلاع دی کہ آپ کو معہ ہمراہیان بحکم گورنمنٹ نینی تال جانا ہوگا مولانا نے نہایت اطمینان قلب کے ساتھ احکام گورنمنٹ کی تعمیل منظور فرمائی چنانچہ سرکاری نگرانی میں آپ معہ ہمراہیان نینی تال کو روانہ کئے گئے۔

سہارنپور اور دیگر مقامات سے کچھ لوگ مولانا کے استقبال کے لیے بمبئی اور بہت سے اشخاص دہلی وغیرہ اسٹیشنوں پر حاضر ہوئے تھے وہ سب یہ علوم کرکے بے چین ہو گئے۔ کیونکہ مولانا ایک خلوت نشیں زاہد اور سیاسیات (پالیٹکس) سے بالکل اجنبی زندگی بسر کرنے والے شخص تھے۔

مولانا معہ ہمراہیان کے نینی تال پہونچے ممالک متحدہ کی گورنمنٹ کی جانب سے مولانا کے قیام وغیرہ ضروریات کا بندوبست کر دیا گیا اور سنا ہے کہ سید ہادی حسن صاحب کو علیحدہ رکھا گیا۔ مولانا خلیل احمد صاحب سے نینی تال میں متعدد مرتبہ بیان لیئے گئے۔ اور اون کے قیام نینی تال کا سلسلہ اچھا خاصہ دراز ہو گیا مولانا کے خدام اور مریدین اور شاگرد جو ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان کے مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس بے موقع اور بے وجہ نظربندی سے بے چین تھے مگر جیسا کہ مسلمانوں کا قومی اور مذہبی شعار ہے اونہوں نے کسی بے قاعدگی اور خلاف آئین طرز عمل کا اظہار نہ کیا اور نہایت صبر و استقلال سے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور نتیجہ کا انتظار کرتے رہے۔

مولانا کے اس طویل قیام نینی تال کے زمانہ میں حکام نے کیا تحقیقات کی اور مولانا سے کس قسم کے سوالات کئے گئے اور کیا کیا باتیں دریافت کی گئیں اور مولانا نے کیا بیان فرمایا۔ یہ تمام واقعات ہمیں معلوم نہیں اور نہ گورنمنٹ کی جانب

سے اِس عجیب و غریب نظر بندی کے وجوہ بتلائے گئے۔ غرضکہ یہ تمام باتیں ابتک تاریکی میں ہیں جن پر کسی قسم کی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ ہاں مولانا خلیل احمد صاحب کی ایک تقریر سے جو آپنے جلسہ منعقدہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں فرمائی تھی صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طلبی اور نظر بندی صرف اشتباہ کی بنا پر تھی جو کسی مخالفانہ خبر رسانی سے گورنمنٹ کو پیدا ہو گیا تھا۔

مولانا خلیل احمد صاحب ابھی نینی تال میں ہی تھے کہ گورنمنٹ نے مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب کو دفعۃً اونکی جائے ملازمت (غالباً لکھنؤ) سے نینی تال بُلایا اور اُن کے اظہار و بیانات لیئے گئے۔ سید ہادی حسن صاحب کے بھی جداگانہ بیان لیے گئے مولانا خلیل احمد صاحب تقریباً اٹھارہ بیس روز نینی تال میں اسی حالت نظر بندی میں رہے بالآخر شمس العلما مولوی حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند و مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب دیو بندی وغیرہ معلوم نہیں کہ باشارہ گورنمنٹ یا از خود نینی تال گئے اور مولانا خلیل احمد صاحب اور اون کی اہلیہ محترمہ اور حاجی مقبول احمد صاحب و مولوی مطلوب الرحمٰن صاحب اونکی ہمراہی میں باجازت سر جیمس مسٹن بہادر تشریف لائے مگر سید ہادی حسن صاحب کو روک لیا گیا۔ اور پھر ایک عرصہ کی نظر بندی کے بعد رہا کیا گیا۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم کے متعلق روانگی حجاز تک گورنمنٹ کی جانب سے کسی غیر معمولی دیکھ بھال کا کسی کو علم کیا وہم بھی نہ تھا جہاں تک ہمارا خیال ہے صوبہ کی گورنمنٹ یا گورنمنٹ آف انڈیا کے عمال و ارکان کو حضرت اقدس کے متعلق اُس وقت تک اشتباہ کی کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ اس کا بین قرینہ یہ ہے کہ

مولانا خلیل احمد صاحب سے تو روانگی حجاز کے وقت بمبئی میں عمال گورنمنٹ نے یہ سوالات بھی کئے تھے۔ کہ آپ عرب کو کیوں جاتے ہیں اور کس ارادہ سے جاتے ہیں اور ہجرت کا قصد ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ مگر حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے اس قسم کے سوالات کی بھی حاجت نہیں سمجھی گئی حالانکہ مولانا محمود حسن صاحب مولوی خلیل احمد صاحب کے بعد بمبئی پہونچے تھے اور مولوی خلیل احمد صاحب سے یہ سوالات و تحقیقات پہلے ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے کہ مولانا سے اس قسم کی تحقیقات نہ کرنا اس امر کی صاف دلیل ہے کہ گورنمنٹ کو اون کے طرز عمل کے متعلق کوئی اشتباہ نہ تھا اور جیسے کہ عام طور پر اہل اسلام ادائے فریضہ حج کے لئے جاتے ہیں مولانا کا سفر حج بھی ایک خاص اسلامی مذہبی سفر سمجھا گیا اور کسی قسم کی تحقیقات یا نگرانی نہیں کی گئی۔

مولانا محمود حسن صاحب کو ہندوستان چھوڑے ہوئے ایک سال گذر گیا سال بھر کے بعد مولانا خلیل احمد صاحب کی واپسی پر اون کے ساتھ مذکورۂ بالا واقعہ پیش آیا معلوم نہیں کہ مولانا خلیل احمد صاحب کے اس واقعہ کے نتیجہ کے طور پر یا اور کسی جہت سے حکام گورنمنٹ کو حضرت مولانا محمود حسن صاحب دامت فیوضہم جیسے مقدس بزرگ، پاکباز، صاف باطن، فدائے ملت، زاہد و مخلص بے ریا کی پاک ہستی کے متعلق کچھ اشتباہ پیدا ہو گیا اور اسی وقت سے یہ مسلسل واقعات شروع ہو گئے۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

مولوی خلیل احمد صاحب و مولوی مطلوب الرحمن صاحب کی رہائی کے بعد مولوی مرتضی حسن صاحب مرادآباد سے بلائے گئے اور اون کے اظہار لئے گئے مولوی

محمد سہول صاحب کے مقامی طور پر کلکتہ میں اظہار لیئے گئے۔ مولوی محمد حنیف صاحب (جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے داماد اور بھانجے ہیں) بلائے گئے اور اُن کے اظہار لیئے گئے۔ الغرض کئی مہینے تک یہ سلسلہ برابر قایم رہا۔

مولوی مسعود صاحب (جو حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے داماد اور بھانجے ہیں) ذیقعدہ سنہ ۳۴ھ میں حج کو گئے اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے۔ کہ بمبئی میں اونہیں روک لیا گیا اور وہیں سے زیر نگرانی الہ آباد پہونچائے گئے اور طویل عرصہ تک وہاں رکھے گئے اظہار لیئے گئے اور افواہاً سنا گیا کہ اون پر بہت سختی کی گئی اور تکلیف پہونچائی گئی) تقریباً ایک مہینہ کے بعد اونہیں گھر جانے کی اجازت دیگئی۔

حافظ جلیل صاحب حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے خاص خادم ہیں اونکو دیوبند سے پولیس افسر آکر لے گیا اور کئی دن رکھا اور اظہار و بیان لے کر رہائی دی گئی ان لوگوں کے علاوہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے محررہ ذیل کثیر التعداد اصحاب سے مقامی طور پر اظہار اور بیانات لیئے گئے ہیں:۔

جناب حکیم عبدالرزاق صاحب (دہلی) مولوی محمد شفیع صاحب مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم (دہلی) (یہ مولانا مولوی محمود حسن صاحب کے داماد ہیں) مولوی حافظ محمد احمد صاحب شمس العلما مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ مولوی سراج احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند مولوی حکیم محمد حسن صاحب برادر حقیقی حضرت مولانا محمود حسن صاحب۔ مولوی محمد محسن صاحب برادر حقیقی حضرت مولانا ممدوح۔ مولوی ظہور محمد صاحب مدرس مدرسہ رڑکی ضلع سہارنپور

مولوی محمد حسین صاحب۔ حافظ امداد حسین جھارڑ کی ضلع سہارنپور۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادیوں کے بیانات بھی ایک افسر نے دولت خانہ پر حاضر ہو کر لئے۔ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری قایم مقام صدر مدرس دار العلوم دیوبند۔ مولوی شبیر احمد صاحب مدرس دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مولوی شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری۔ مولانا مولوی نواب محی الدین احمد خان صاحب مراد آبادی قاضی ریاست بھوپال و دیگر اشخاص۔

ان طلبیوں۔ اظہاروں اور محدود نظر بندیوں کے علاوہ بہت لوگوں کی تلاشیاں بھی ہوئیں مثلاً جناب حکیم عبد الرزاق صاحب کی دہلی میں۔ حاجی احمد مرزا صاحب فوٹو گرافر کی دہلی میں۔ سید نور الحسن صاحب کی رہٹیری ضلع مظفر نگر میں سید ہادی حسن صاحب کی خانجہاں پور میں۔ مولوی محمد حسین صاحب کی رانڈیر میں مولوی حمد اللہ صاحب کی پانی پت ضلع کرنال میں وغیرہ وغیرہ

جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے کسی تلاشی میں کوئی ایسی چیز پولیس کے ہاتھ نہیں آئی جو اشتباہ پیدا کر سکے۔ مولوی حمد اللہ صاحب پانی پتی کو نظر بند بھی کر دیا گیا ہے اور اب تک انھی حالت نظر بندی میں بمقام موگہ (پنجاب) مقیم ہیں

اسی سنہ ۳۴ ہجری کے حج سے مولوی عبد الحنان صاحب ہزاروی واپس آئے تو ان کو دہلی میں حکام سی۔ آئی۔ ڈی نے بلا کر کئی روز تک محدود نظر بندی کی حالت میں رکھا ان کے مکان کی تلاشی بھی لی۔ اور متعدد مجلسوں میں بیانات لے کر بالآخر رہا کر دیا۔

الغرض یہاں تو یہ واقعات پیش آئے کہ عمال گورنمنٹ نے یہ معلوم

کس سراغرسانی کے اعتماد پر لوگوں کو بلا کر یا مقامی طور پر اظہار و بیانات لینے کا طویل سلسلہ قایم کر دیا اور تلاشیاں لے کر اور نظر بندی کے احکام جاری کر کے ایک بے چینی پیدا کر دی۔ اُدہر حضرت مولانا محمود حسن صاحب پر کیا گذری اوسکی مختصر سرگذشت جو ہمیں متعدد حجاز سے واپس آنے والوں کے ذریعہ سے معلوم ہوئی حسب ذیل ہے:-

حرم خدا کی توہین اور ایک مقدس بزرگ کی معہ رفقا گرفتاری

حضرت مولانا جوار بیت اللہ میں مقیم تھے خدا کے پاک گھر کی زیارت اور حرم کعبہ میں نماز و عبادت۔ آستانہ رب العالمین پر جبہ سائی۔ تضرع و مناجات اور فارغ اوقات میں تعلیم و تدریس آپکے روزانہ مشاغل تھے۔ ایک پاک ہستی اور وہ بھی مولانا جیسی فدائے مولا زندگی رکھنے والے کے یہی مشاغل ہوتے ہیں مولانا باطمینان قلب و سرور خاطر فارغ البال ایام زندگی بسر کر رہے تھے کہ نیرنگ حوادث نے ایک عجیب سانحہ پیدا کیا۔

وہ یہ کہ ایک خان بہادر مبارک علی خان صاحب جو اطراف دکن کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ پہونچے اور اپنے بعض مددگاروں کی اعانت و امداد سے شریف مکہ کے دربار تک رسائی حاصل کی اور پھر ایک فتویٰ مرتب کرایا جس میں شریف مکہ کے قابل نفرت فعل (سلطان المعظم سے بغاوت) کی تحسین

تھی اور شریف کا اس فعل میں حق پر ہونا ثابت کرنا چاہا تھا اور ترکوں پر کافر ملحد، زندیق ہونے کا حکم لگایا گیا تھا۔ فتویٰ مرتب کرانے سے اونکی غرض اصلی جو کچھ بھی ہو اور یہ ان کا اپنا ذاتی منصوبہ ہو یا کسی دوسرے کی نیابت میں وہ یہ خدمت انجام دے رہے ہوں لیکن ظاہر یہ کیا گیا تھا کہ شریف مکہ کے اعلان خود مختاری اور حرم مقدس کے اندر خونریزی کی خبروں سے ہندوستان کے مسلمانوں میں جو بے چینی پیدا ہو رہی ہے اس فتوے سے اُس کا دفعیہ مقصود ہے گویا اسلامی روایات کے بموجب شریف مکہ کی بغاوت پر چند خود غرض یا مجبور علمار کے فتوے سے پردہ ڈالنا مقصود تھا۔ مکہ معظمہ کے بعض علمار سے دستخط کرانے میں کامیابی حاصل ہونے کے بعد وہ فتویٰ حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی خدمت میں بھی پیش کیا گیا مولانا نے اوسے ملاحظہ فرمایا تو فتوے کا عنوان اس طرح مرقوم تھا۔

علماء حجاز و فضلاء مکہ معظمہ کا فتویٰ

مولانا نے فرمایا کہ اسپر دستخط کرنے سے میں دو وجہ سے معذور ہوں۔ اول یہ کہ عنوان سوال میں ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ فضلار عرب و علمار مکہ معظمہ کا فتویٰ ہے اور میں ایک ہندی مسافر ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس میں ترکوں کے کفر و الحاد پر جن وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے اور جو واقعات اون کے ارتداد و زندقہ کی دلیل کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر اون کی صحت و واقعیت کا علم نہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں میں اُس حکم پر دستخط نہیں کر سکتا جس کے دلائل کی صحت کا مجھے علم نہ ہو۔

مولانا کا عذر نہایت صحیح اور معقول تھا مگر جن لوگوں کے یہاں ضمیر فروشی ہی معراج ترقی سمجھی جاتی ہو اور احکام شریعت حقّہ کی خلاف ورزی ہی مرقاۃ کمال ہو اُن کے ضمیر اس جواب سے کب مطمئن ہوسکتے تھے۔

قاری عبدالحق صاحب اور سید احمد صاحب دوکاندار مکہ یہ دونوں صاحب خان بہادر کے مددگار تھے۔ تینوں کے دل میں مولانا کے عذر وانکار کی وجہ سے عداوت بیٹھ گئی اور اونھوں نے شریف مکہ کے دربار میں مولانا کے خلاف نیش زنی شروع کردی خان بہادر صاحب تو وہ فتویٰ لے کر چلے آئے مگران کے قایم مقاموں اور مددگاروں نے نہ معلوم مولانا کی طرف سے کیا کیا باتیں شریف مکہ تک پہونچائیں اور کیا کیا رنگ آمیزیاں کرکے شریف مکہ کو مولانا کی جانب سے بدگمان کردیا۔

مولانا جس مکان میں مقیم تھے اُس میں حضرت مولانا کے ساتھ مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی جن کا تمام خاندان ہندوستان سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں سالہا سال سے سکونت رکھتا ہے اور مولوی حسین احمد صاحب خاص حرم نبوی میں علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں ممتاز درجہ کے علماء میں شمار کیے جاتے تھے اور مولانا کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور صرف حضرت اقدس کی خدمت ومعیت کو سعادت اُخروی خیال کرکے مولانا کے ہمراہ مکہ معظمہ آگئے تھے اور مولوی وحید جو مولوی حسین احمد صاحب کے بھتیجے ہیں اور مولانا کے خادم مولوی عزیر گل صاحب بھی ہمراہ تھے۔

مکہ معظمہ کے ایک معزز اور مشہور تاجر نے سید احمد دوکاندار سے کوئی جلد بنوائی تھی کیونکہ اون کے یہاں جلد سازی کا کام ہوتا تھا وہ جلد بناکر اون سوداگر

صاحب کی دوکان پر دینے آئے وہاں مولوی حسین احمد صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے جلد پر مالک یا کتاب کا نام انگریزی حروف میں چھاپا تھا۔ سوداگر صاحب نے جلد کو دیکھ کر فرمایا کہ جلد تو اچھی خوبصورت بنی ہے مگر بجائے انگریزی حروف کے اگر عربی حروف میں نام لکھا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ سید احمد صاحب نے کہا کہ چونکہ انگریزی اور عربی دونوں قسم کے حروف رائج ہیں اسلئے لکھتے وقت کوئی خاص خیال عربی حروف کا نہیں رکھا گیا۔ اتفاق سے جو حروف ہاتھ تلے آگئے وہی استعمال کر لئے۔ مولوی حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں تو انگریزی حروف کا اس قدر رواج نہ تھا اب ہو گیا ہو تو اور بات ہے۔

سید احمد صاحب کو اتنی بات اون کی طبعی فتنہ زنی کو ابھارنے کے لئے کافی تھی اونھوں نے شریف مکہ کے یہاں اسکو اس طرح پہونچایا کہ مولوی حسین احمد جو مولانا محمود حسن صاحب کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص ہے وہ مکہ معظمہ میں بد امنی پھیلاتا ہے اور لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ اب تو مکہ میں انگریزی ہی انگریزی پھیل گئی ہے اور خدا کا گھر بھی انگریزی اثر کے ماتحت ہوتا جاتا ہے۔ شریف مکہ نے حکم نافذ کر دیا کہ مولوی حسین احمد صاحب کو گرفتار کر کے قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ گرفتار ہو کر جیل خانہ بھیجدیئے گئے۔

مولوی حسین احمد صاحب جیل خانہ میں گئے اور شریف مکہ انگریزی قنصل سے ملنے کے لیئے جدہ کو گئے اون کے پیچھے اون کی پیش گاہ سے حضرت مولانا کے پاس یہ حکم پہونچا کہ چونکہ آپ کو انگریزی حکومت نے طلب کیا ہے اس لیئے آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فوراً جدہ جانے کے لیئے تیار ہو جائیے اور یہ کہ آپ کے

ہمراہی بھی آپ کے ساتھ جائیں گے۔ یہیں پر ایک اور اتفاق دیکھئے کہ چودھری مولوی نصرت حسین صاحب جو اطراف سندیلہ کے رہنے والے ایک معزز شخص ہیں اپنے خاندان کے چند اشخاص کے ہمراہ حج کو گئے تھے حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کا ارادہ تھا مگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مابین بوجہ جنگ جاری ہونے کے امن نہ تھا اس لئے نہ جا سکے۔ اُن کے ہمراہیوں نے ہندوستان واپس آنے کا ارادہ کیا چودھری صاحب نے فرمایا کہ میرا دل نہیں مانتا کہ میں بغیر زیارت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہندوستان واپس جاؤں۔ اچھا آپ لوگ ہندوستان چلے جایئے میں کچھ دنوں یہاں ٹھیرتا ہوں اگر کسی طرح ممکن ہوا تو میں مدینہ طیبہ حاضر ہو کر شرف خاکبوسی حاصل کرونگا اور نہیں تو کسی آیندہ جہاز میں ہندوستان آجاؤں گا۔ ان کے ہمراہی تو ہندوستان چلے آئے اور یہ اکیلے مکہ معظمہ میں ٹھیر گئے۔ چونکہ یہ حضرت مولانا کے خادم اور ارادتمند تھے مولانا کو یہ معلوم ہو کر کہ یہ اکیلے رہ گئے ہیں افسوس ہوا اور فرمایا کہ اگر آپ کو کچھ تامل نہ ہو تو اپنے مکان کو چھوڑ دیجئے اور ہمارے پاس ہی آجایئے کیونکہ تنہائی میں علاوہ پریشانی کے مصارف بھی زیادہ بڑھ جائینگے۔

چودھری صاحب نے حضور کی معیت کو غنیمت خیال کر کے اپنے مکان کو چھوڑ دیا اور حضرت مولانا کی خدمت میں آگئے۔ ابھی انہیں آئے ہوئے دو تین ہی روز ہوئے تھے کہ مولانا کو شریف مکہ کا مذکورہ بالا حکم پہونچا اور چودھری صاحب بھی مولانا کے ہمراہیوں میں داخل ہو کر اون کے شریک حال ہو گئے۔

جس روز مولانا کے پاس شریف مکہ کا یہ حکم پہونچا اُسی روز مکہ معظمہ میں اسکی شہرت ہو گئی اور تمام مسلمان بے چین ہو گئے۔ مکہ معظمہ کے معزز اور سر برآوردہ

اصحاب کا ایک وفد شریف مکہ کے محکمہ میں گیا اور کہا کہ مولانا کو کیوں جدہ بھیجا جاتا ہے اِن کا قصور بتایا جائے ورنہ اس حکم کو منسوخ کیا جائے۔ جواب ملا کہ چونکہ یہ حکم شریف نے جدہ سے بھیجا ہے اور وہ خود یہاں موجود نہیں اس لئے نہ یہ منسوخ ہو سکتا ہے نہ اسمیں کوئی تغیر و تبدل کیا جا سکتا ہے۔

ارکان وفد نے عرض کیا کہ اچھا کم از کم شریف مکہ کی واپسی تک حضرت مولانا کی روانگی ملتوی کردی جائے شریف کے آنے پر ہم اونکی خدمت میں عرض معروض کرلیں گے محکمہ نے باصرار تمام اُس روز مولانا کی روانگی ملتوی رکھی اور اتفاق سے اُسی رات کو شریف مکہ بھی واپس آگئے۔ صبح کو پھر یہ وفد شریف کے پاس گیا اور کہا۔ مولانا محمود حسن صاحب ایک گوشہ نشین زاہد بزرگ ہیں۔ آسمان علم کے روشن آفتاب ہیں۔ دنیا سے بے تعلق خدا کی عبادت اور تضرع و مناجات میں مشغول رہتے ہیں اون سے ایسا کیا قصور ہوا ہے کہ آپ اون کو جلدی بھیجتے ہیں اول تو جہاں تک ہمارا اور تمام مسلمانوں کا خیال اور عقیدہ ہے وہ بالکل پاکباز اور بے گناہ ہیں۔ دوسرے اگر بالفرض اون کا کوئی جرم ہے تو اُسے ظاہر کیا جائے اور اُن سے یہیں باضابطہ مواخذہ کرلیا جائے۔ تیسرے مسلمانوں کے ایک مقدس مسلّم بزرگ اور فقیرانہ زندگی بسر کرنے والے اور پالٹیکس (سیاسیات) کیا تمام دنیا سے تعلق نہ رکھنے والے متدین عالم کے ساتھ بلاوجہ ایسی سختی کا معاملہ کرنا تمام مسلمانوں پر بہت برا اثر ڈالے گا۔ اُمید ہے کہ اس حکم کو منسوخ کیا جائے گا۔

اس تمام بیان پر جواب ملا کہ مولانا کو انگریزی حکومت نے طلب کیا ہے اور مولانا انگریزی گورنمنٹ کی ہی رعایا ہیں اسلئے ہم گورنمنٹ انگریزی کے حوالہ

کئے دیتے ہیں۔

اس کے جواب میں کہا گیا کہ مکہ معظمہ کی تاریخ میں اسکی کوئی نظیر نہیں کہ کسی با اختیار مسلمان حاکم نے مکہ معظمہ سے کسی کو گرفتار کر کے کسی غیر مسلم حکومت (گورنمنٹ) کے حوالہ کیا ہو اگر آپ نے ایسا کیا تو تاریخ عرب کے اوراق میں قیامت تک حرم خدا کی توہین آپ کی طرف منسوب رہے گی۔

اس سے پہلے بہت سے لوگ سخت سے سخت جرائم کر کے عرب میں چلے جاتے تھے اور حرم میں پناہ گزین ہونے کے بعد کسی حکومت (گورنمنٹ) کو نہ طلب کرنیکی مجال تھی اور نہ کبھی عرب کی حکومت (گورنمنٹ) نے کسی حکومت (گورنمنٹ) کو اس کے مجرم حوالے کیئے۔ اس وقت بھی بعض لوگ قتل کے مجرم حرم میں موجود ہیں جو انگریزی حکومت (گورنمنٹ) سے فرار ہو کر عرب میں بے خوف زندگی بسر کر رہے ہیں۔ نیز یہ امر بھی خاص توجہ کے قابل ہے کہ اگر کسی حکومت (گورنمنٹ) کا کسی دوسری حکومت (گورنمنٹ) سے یہ معاہدہ بھی ہو کہ ایک دوسرے کے ملزم حوالہ کر دئے جائیں تو یہ معاہدہ بھی اون الزامات تک محدود رہتا ہے جو اقتصادیات سے تعلق رکھتے ہوں سیاسی۔ پولیٹیکل الزامات اس معاہدہ کے دائرہ اثر سے باہر رہتے ہیں۔ اور مولانا سے کسی ایسے اقتصادی جرم کے سرزد ہونے کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا جسکی وجہ سے وہ اس گرفتاری اور حوالگی کے مستحق سمجھے جائیں۔ اس پر بھی وہی جواب ملا کہ انگریزی گورنمنٹ اپنی رعایا کے آدمی طلب کرتی ہے۔ اس لیئے ہم نہیں روک سکتے۔ آخر ارکان وفد مایوس ہو کر باچشم گریاں واپس چلے آئے اور اسی روز شریف مکہ کی حکومت (گورنمنٹ) کی جانب سے اُسی کی نگرانی میں مولانا جدہ کو روانہ

کردئے گئے۔ اِس وقت مولوی عزیر گل مولوی وحید چودھری نصرت حسین صاحب اور مولانا چار شخص تھے۔ کیونکہ مولوی حسین احمد صاحب قید میں تھے۔

مولانا کی روانگی کے بعد شریف کو معلوم ہوا کہ مولوی حسین احمد صاحب مدینہ منورہ کے ممتاز عالم اور خاص حرم نبوی کے مدرس ہیں اور یہ کہ وہ بے گناہ قید کئے گئے ہیں۔ اور مسلمانوں میں اونکی قید کی وجہ سے بے چینی ہے اسلئے انہوں نے اُن کی رہائی کا حکم دے دیا۔ مولوی حسین احمد صاحب رہا ہو کر آئے تو دیکھتے کیا ہیں ع

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

نہ مولانا ہیں نہ اون کے ہمراہی اور جب یہ معلوم ہوا کہ مولانا کو اس کیفیت سے جدہ بھیجا گیا ہے تو اون کی آنکھوں پر دنیا سیاہ ہوگئی اونہوں نے حکومت سے درخواست کی کہ چونکہ حضرت مولانا میرے اُستاد اور شیخ ہیں اور میں صرف اُنکی خدمت گذاری کے لیئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حاضر ہوا تھا اور اونہیں میرے پیچھے جدہ بھیجدیا گیا تو حکومت مجھے بھی جدہ بھیجدے۔ شریف کی حکومت نے جواب دیا کہ انگریزی حکومت (گورنمنٹ) نے آپ کو ہم سے نہیں مانگا ہے اِس لیئے ہم آپ کو جدہ نہیں بھیجیں گے۔ مولوی حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اگرچہ بالخصوص میری طلبی نہ ہو تاہم میں مولانا کے ہمراہیوں میں تو ضرور ہوں اور جبکہ اون کے دیگر ہمراہیوں کو بھیجا گیا ہے تو مجھے بھی بھیجا جائے آخر کار شریف کی حکومت نے مولوی حسین احمد کو بھی جدہ بھیجدیا اور وہ خوشی خوشی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

جدہ میں مولانا معہ اپنے ہمراہیوں کے کچھ دنوں تک سرکاری نگرانی میں

رکھے گئے اور پھر جدہ سے قاہرہ کو روانہ کر دئے گئے۔ قاہرہ سے حضرت مولانا کے ہمراہیوں کے خطوط آتے رہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے خود حضرت مولانا کا کوئی خط قاہرہ سے ہندوستان میں نہیں آیا۔

مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی وحید اور مولوی عزیر گل صاحب کے خطوط آئے جن پر سنسر کی مہر ہوتی تھی اون خطوں سے معلوم ہوا کہ مولانا اور اُن کے ہمراہی جنگی قیدیوں کے محبس میں رکھے گئے ہیں۔

کئی مہینے وہاں قید رکھکر مالٹا میں منتقل کر دیا گیا جہاں اب تک یہ مقبول جماعت اسیرانِ جنگ کی حیثیت سے مقید ہے۔ مالٹا سے حضرت مولانا کے دو تین خط ہندوستان پہونچے ہیں جن میں آپ نہایت اطمینان قلب کے ساتھ اپنے بچوں۔ نواسوں۔ نواسیوں کو تسلی دلاسا دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "خدا نے چاہا تو عنقریب ہم تم ملیں گے" سنسر کی مہر خط پر ضرور ہوتی ہے اور تاریخ روانگی سے تقریباً بیس پچیس روز اور کبھی اِس سے زیادہ عرصہ کے بعد خط پہونچتا ہے۔

یہ وہ واقعات ہیں جو مختلف ذرائع سے ہم تک پہونچے ہیں ممکن ہے کہ اِن کے اندر تاریخوں کا تعین اور ایام وغیرہ کی تعداد میں کچھ کمی بیشی ہوگئی ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بعض واقعات کی ترتیب میں تقدم تاخر ہوگیا ہو یا کسی واقعہ کی واقعیت مشتبہ ہو لیکن اِس میں شک نہیں کہ اِن واقعات کا اکثری حصہ صحیح ہے۔

مولانا کی نظر بندی اور ہندوستانی مسلمان

مولانا کی گرفتاری صفر یا ربیع الاول سنہ ۳۵ ہجری میں ہوئی ہے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کے حجاج[ملہ] واپس آچکے تھے۔ اسلئے بہت دنوں تک تو ہندوستان کے مسلمانوں کو اطلاع ہی نہیں ہوئی جب قاہرہ سے مولانا کے ہمراہیوں کے خطوط آئے تو اون کے گھر والوں کو اور اون سے بعض متعلقین کو خبر ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ خبر پھیلتی گئی اور جس جس جگہ اور جن حلقوں میں یہ خبر پہونچتی گئی وہ انگشت حیرت بدندان رہ گئے۔ اور اضطراب و بے چینی پھیلتی گئی اور مسلمانوں نے آئینی حدود کے اندر مولانا کی آزادی کے لیئے ہر قسم کی کوشش شروع کردی مثلاً (۱) اخباروں میں مضامین کا سلسلہ شروع ہوا اور استفسارات و استعجابات و مطالبات غرض مختلف اقسام کے مضامین لکھے گئے۔ گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی۔ مولانا کے طرز عمل کے متعلق تمام مسلمانوں کا عام اعتماد اور عقیدہ ظاہر کیا گیا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے حسب ذیل مسلم اخباروں نے مولانا کی نظر بندی کے بارہ میں مضامین لکھے ہیں۔ صداقت کلکتہ۔ جمہور کلکتہ۔ نئی روشنی الہ آباد۔ مساوات الہ آباد۔ مشرق گورکھپور۔ ہمدم لکھنو۔ مدینہ بجنور۔ الخلیل بجنور خطیب دہلی الصباح لاہور

ملہ بعض حجاج جو حجاز میں ٹھیرے رہے اور مولانا کی روانگی کے بعد واپس آئے انہوں نے اپنی واپسی کے بعد تفصیلی حالات بیان کیے

(۲) وزیر ہند بہادر اور والیسرے بہادر کی خدمت میں مولانا و دیگر نظربندان اسلام کی آزادی کے لئے ہزاروں تار بھیجے گئے۔

(۳) آنریبل سید رضا علی صاحب نے صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ کی قانونی کونسل کے اجلاس میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی نظربندی کے متعلق سوال کیا۔

(۴) علماء دارالعلوم دیوبند کا ایک وفد نومبر ۱۹۱۷ء کو سرجیمس مسٹن بہادر لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ لسان الوفد مولانا شبیر احمد صاحب نے ایک تحریر پڑھی جسمیں علماء دارالعلوم کی طرف سے دیوبند کے روحانی مربی کی آزادی کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ اگرچہ یہ تحریر باوجود وعدہ اشاعت کے ابتک عام مسلمانوں کے سامنے بے نقاب نہیں ہوئی تاہم ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ اونہوں نے تمام ہندوستان کے مسلمانوں اور حضرت مولانا کے ہزاروں روحانی فرزندوں یعنی شاگردوں اور مریدوں کے جذبات کی صحیح صحیح ترجمانی کی ہوگی اور مسلمانوں کے اوس عام اعتماد کو جو وہ حضرت مولانا کی بے گناہی کے متعلق رکھتے ہیں۔ صاف طور پر ظاہر کردیا ہوگا۔

(۵) معززین حکام ہر طبقہ نے سر جیمس مسٹن بہادر سے مولانا کی رہائی کے متعلق خاص طور پر درخواستیں کیں۔

مذکورہ بالا طریقے ہی وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعہ سے آئینی حدود کے اندر کسی نظربند کی رہائی کے متعلق کوشش کی جاسکتی ہے اور قوم کی آواز حکومت کے ارکان کے کانوں تک پہونچائی جاسکتی ہے۔

اور اگرچہ ارکان حکومت اب تک اونکی آواز پر متوجہ نہیں ہوئے تاہم ہمیں اب بھی گورنمنٹ برطانیہ کی روایات آئین طرازی پر نظر ہے اور اُس کے انصاف پر بھروسہ ہے۔

تمام مسلمان احکم الحاکمین شہنشاہ حقیقی مالک الملک رب العٰلمین کی پرجلال وجبروت بارگاہ میں تضرع و نیاز کیساتھ سربسجود ہوکر نہایت درد دل کے ساتھ مولانا کی جلد سے جلد آزادی کے لیے شب و روز دعائیں کرتے ہیں۔ اور مولائے حقیقی کے فضل و کرم سے امید رکھتے ہیں کہ وہ لاکھوں مسلمانوں کی صدق و اخلاص سوز و گداز بھری دعاؤں کو ضرور قبول فرمائے گا اور ایک دن آسمان علم و زہد و تقوے کے آفتاب یعنی حضرت مولانا کے جمال پُر جلال سے مسلمانوں کی آنکھیں منور اور قلوب کو مسرور فرمائے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ +

حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی نظربندی یا جنگی قید کے وجوہ

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں حضرت مولانا جب تک کہ ہندوستان میں رہے۔ اون کے حرکات و سکنات کے متعلق گورنمنٹ کی جانب سے کسی خاص نگہداشت کا ہمیں یا کسی کو کوئی علم نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ کوئی خاص دیکھ بھال نہیں تھی جس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ مولانا

سے حج کو تشریف لے جاتے وقت کسی قسم کا تعرض نہیں کیا گیا اور حقیقت میں بات بھی یہی ہے کہ حضرت مولانا جن کی تمام عمر الٰہیات و اقتصادیات کے معارف اور اعلیٰ مضامین کی تعلیم و تدریس میں گذرے۔ جو ہزاروں نفوس انسانی کی تکمیل کا فخر اور بجا فخر کر سکتے ہیں۔ جو سیاست مدنیہ و تدبیر منزل کے حکیمانہ و فلسفیانہ دقائق کے ماہر ہیں جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ زرین اصول من حسن اسلام المرء ترکہ ملا یعنیہ (آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید امور میں دخل نہ دے) کے فلسفہ سے بہترین واقفیت رکھتے ہیں اون کی نسبت یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی ایسی لایعنی تحریک یا تجویز یا سازش میں حصہ لیں گے۔ جو اون کے اعلیٰ علم و تدین و فہم و فراست تقویٰ و دیانت صدق و وفاء عہد اخلاص و امانت کے خلاف ہو۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا کی نظر بندی کا واقعہ مسلمانوں کی نظر میں نہایت تعجب خیز اور اہم واقعہ ہے۔ اور گورنمنٹ کی جانب سے اس عجیب و غریب نظر بندی کے وجوہ و اسباب پر کوئی روشنی بھی نہیں ڈالی گئی۔ ہاں جب آنریبل سید رضا علی صاحب نے صوبہ متحدہ کی قانونی کونسل میں مولانا کی نظر بندی کے متعلق سوال کیا۔ تو اون کو حسب ذیل جواب دیا گیا۔

"مولانا محمود حسن صاحب اسوقت مالٹا میں ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے اسیران جنگ کے کیمپ میں جس کا نام فضل خاں کیمپ ہو رکھے گئے ہیں (صوبہ متحدہ) کی گورنمنٹ کو خبر ملی ہو کہ مولانا کی گرفتاری ہندوستان کے حدود کے باہر عمل میں لائی گئی۔ کیونکہ تحریری اور دیگر اقسام کی شہادتوں سے صاف

پایا جاتا ہے کہ انہوں نے ہز مجسٹی ملک معظم کے دشمنوں کو ان کی فوجی تجاویز میں مدد دی" انتہے مختصراً۔

یہ بات قابل غور ہے کہ مولانا کی نظر بندی کی جو وجہ اس جواب میں بتائی گئی ہے وہ کس حد تک معقول ہے اسکے متعلق گزارش ہے کہ اولاً تو یہ بات مولانا جیسے بے تعلق فقیرانہ زندگی بسر کرنے والے پاکباز کے متعلق باور کرنا بہت بعید ہے۔ جو شخص مولانا کے حالات زندگی سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے وہ اس الزام کو ذرہ برابر وقعت نہیں دے سکتا۔ کہاں مولانا کی بے لوث زندگی اور کہاں ملک معظم کے دشمن اور کہاں فوجی تجاویز میں مدد رسانی دوسرے یہ کہ مولانا نے اگر ایسا کیا تو کب کیا۔ آیا ہندوستان میں موجودگی کے وقت یا ہندوستان سے باہر جاکر۔ اگر ہندوستان میں موجودگی کے زمانہ میں انہوں نے ایسا کیا تو اون کے سفر حجاز سے پہلے گورنمنٹ کو اسکی اطلاع ہوئی یا نہیں۔ اگر اونکی روانگی سے پہلے گورنمنٹ کو اسکی اطلاع ہو چکی تھی تو پھر کیا وجہ کہ ان کو ہندوستان سے باہر جانے دیا اور جاتے وقت کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی گئی۔ اور اگر جانے سے پہلے اطلاع نہیں ہوئی تو اون ذرائع کو وسائل خبر رسانی کے اعتبار کی کیا وجہ جنہوں نے ایک (خدانخواستہ) باغیانہ خیال رکھنے والے کے باغیانہ خیالات پر مطلع ہونے کے باوجود اوسکی موجودگی کے وقت حکام گورنمنٹ کو کوئی اطلاع نہیں دی۔ اور جب وہ حدود ہندوستان سے باہر چلا گیا تو اوسکے خلاف زہر اگلنے لگے۔ اور اگر مولانا نے ہندوستان سے باہر جاکر اس قسم کی کارروائی کی تو

اوس کے ثبوت کی کیا شکل ہے۔
تیسرے یہ کہ کونسل کے اِس جواب سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ مولانا کی نظر بندی اگرچہ حدود ہندوستان سے باہر ہوئی مگر ہوئی گورنمنٹ کے اشارے اور حکم سے کیونکہ اِس جواب میں گرفتاری عمل میں لائے جانے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ مولانا نے ملک معظم کے دشمنوں کو اون کی فوجی تجاویز میں مددی اور ظاہر ہے کہ اس الزام کے لحاظ سے مولانا گورنمنٹ انگریزی کے ملزم ہوئے نہ حکومت عرب کے اور اون کی گرفتاری بحق ملک معظم ہوئی نہ بحق شریف مکہ۔ کیونکہ اِس جواب میں مولانا پر شریف مکہ یا اونکی حکومت کے متعلق کسی جرم کے ارتکاب کا الزام نہیں بتایا گیا۔
لیکن اس جواب کے بعد جب ہم ۵ر نومبر ۱۹۱۷ء کو بجواب وفد علماء دیوبند لفٹنٹ گورنر بہادر کے یہ الفاظ سنتے ہیں ”میں اس مجلس میں جو کہونگا بالکل صحیح اور صاف کہونگا۔ مجھ سے میرے خاص دوستوں نے اس بارہ میں کہا لیکن میں نے اون سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مولانا کی نظر بندی ہمارے یہاں اور ہمارے حکم سے نہیں ہوئی۔ شریف نے گرفتار کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی“ (الخلیل ۴ ۲۔ فروری ۱۹۱۸ء) تو ہمارے تعجب اور حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ کیونکہ حکومت کے اعلےٰ ذمہ دار ارکان کی جانب سے ایک ہی واقعہ کے متعلق ایسے مختلف اور متضاد بیانات کا ہونا ناقابل حل معما نہیں تو اور کیا ہے۔ کونسل کے جواب میں ظاہر کیا گیا کہ مولانا کی نظر بندی بحق ملک معظم ہوئی۔ اور میرٹھ کی تقریر میں درجہ حسب بیان

سر جیمیس مسٹن بہادر بالکل صحیح اور صاف ہے) کہا گیا کہ مولانا کی نظر بندی ہمارے حکم سے نہیں ہوئی۔ حالانکہ بحق ملک معظم نظر بندی کا ہونا ضروری طور پر اسکا مقتضی ہے کہ انگریزی گورنمنٹوں میں سے کسی نہ کسی گورنمنٹ کے حکم سے ہوئی ہو۔ کونسل کے جواب میں نظر بندی کی وجہ ملک معظم کے دشمن کو مدد دینا قرار دیگئی۔ اور میرٹھ کی تقریر میں کہا گیا کہ شریف نے گرفتار کرکے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی۔

کونسل کے جواب میں مولانا پر ملک معظم کے دشمنوں کو مدد دینے کا الزام بیان کیا گیا۔ اور اس الزام کی نوعیت اور پھر حدود ہندوستان سے باہر جاکر گرفتاری عمل میں لائے جانے کا مقتضا یہ ہے کہ یہ الزام مولانا پر ہندوستان کی موجودگی کے زمانے تک گورنمنٹ کے زیر نظر نہیں لایا گیا۔ ورنہ اس الزام کے زیر نظر آنے کے بعد اون کو ہندوستان سے باہر جانے کا موقعہ دینے کے کوئی معنی نہیں۔ لیکن لفٹننٹ گورنر صاحب بہادر میرٹھ کی تقریر میں اظہار کرم کے لہجہ میں فرماتے ہیں یہ میں نے نہیں چاہا کہ میرے ذریعہ سے اونکو تکلیف پہونچے"۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس حالت میں کہ مولانا پر یہ الزام نہیں تھا کسی نے اونہیں تکلیف پہونچانی نہیں چاہی تھی۔ تو اسمیں خاص مولانا کے حال پر کیا کرم۔ رعایا کے وہ تمام افراد جنہیں غیر ملزم ہونے کی حالت میں تکلیف نہیں پہونچائی جاتی۔ اس انوکھے کرم کے زیر بار احسان ہیں۔

اور اگر باوجود اس الزام کے اونہیں تکلیف پہونچانا نہیں چاہا تو پھر جس الزام کو پہلے لفٹننٹ گورنر نے مولانا کی تکلیف رسانی کے لیے کافی نہیں سمجھا

اوسی الزام کو کونسل کے جواب میں اونکی نظر بندی کا سبب کس بنا پر قرار دیا گیا۔

اِسی مبرٹھ کی تقریر میں لفٹنٹ گورنر بہادر فرماتے ہیں کہ " واقعہ یہی ہے کہ شریف نے نظر بند کر کے دیا ہے اور میری گورنمنٹ کا اوس سے تعلق نہیں ہے " اسپر طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شریف نے کیوں گرفتار کر کے نظر بند کیا۔ اس سوال کا کوئی جواب سرکاری بیانات میں سوائے لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کے ان لفظوں کے نہیں ملتا " شریف نے گرفتار کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی " لیکن ظاہر ہے کہ ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں کے قلوب کی بے چینی اور اضطراب رفع کرنے کے بارے میں یہ جواب کس قدر ناکافی ہے۔ اور محض اس بنا پر کہ " وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی " ایک ایسے مذہبی مقتدا کو جنگی قید میں رکھنا اور لاکھوں وفادار مسلم رعایا کی بے چینی اور درد دل کی پروا نہ کرنا کہاں تک مآل اندیشی اور نصفت شعاری سمجھی جا سکتی ہے

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر شریف نے مولانا کو اپنی حکومت کا مجرم قرار دے کر نظر بند کیا تھا تو اپنے یہاں کیوں نہ رکھا۔ شریف کی حکومت نے گورنمنٹ انگریزی سے جیلخانہ کا کام لینے میں آخر کیا مصلحت سمجھی۔ اور خود انگریزی گورنمنٹ نے شریف کی خاطر تمام مسلمانوں کو جو مولانا کو مقدس پاکباز اور بے گناہ سمجھتے ہیں۔ بدگمان کرنا کس لئے گوارا کیا۔

اور اگر شریف کی حکومت نے مولانا کو گورنمنٹ انگریزی کی طلب پر نظر بند کر کے اوسکے حوالے کیا ہے جیسا کہ ہم واقعات نظر بندی میں زبانی خبروں کی بنا پر لکھ چکے ہیں تو اس حالت میں لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کا بار بار یہ فرمانا

کہ "مولانا کی نظر بندی ہمارے حکم سے نہیں ہوئی - میری گورنمنٹ کا اوس سے تعلق نہیں ہے - شریف نے نظر بند کر کے ہمارے حوالے کیا ہے وہاں کوئی بات ہوئی ہوگی یہ طفل تسلی نہیں تو اور کیا ہے -

جہاں تک ہمارا اور عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے یہ الزام مولانا کے متعلق محض تہمت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا -

رہیں وہ تحریری اور دیگر اقسام کی شہادتیں جن کا کونسل کے جواب میں حوالہ دیا گیا ہے اون کے متعلق ہم ایسی کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے کیونکہ جب تک وہ شہادتیں عدالت کے سامنے نہ آئیں اور قانون و انصاف اونہیں قابل اعتبار نہ قرار دیں - اوس وقت تک قابل اطمینان نہیں ہو سکتیں -

اگر خدانخواستہ مولانا کا ضمیر اس قسم کا ہوتا جیسا کہ اونکو نظر بند یا قید کرنے والوں نے خیال کیا ہے تو ضرور تھا کہ ہندوستان میں اون کے پچیس تیس ہزار ہم خیال موجود ہوتے (کیونکہ اون کے سلسلہ وار شاگردوں یا مریدوں کی تعداد اس مقدار سے ہرگز کم نہیں) لیکن جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے اون کے ہزاروں شاگردوں انصار و متندوں سے کوئی ناگوار واقعات ظہور میں نہیں آئے اور سوائے معدودے چند اشخاص کے گورنمنٹ نے بھی ان کے ہزاروں مریدوں اور شاگردوں سے کسی قسم کی تحقیقات نہیں کی اور جن لوگوں کے بیانات وغیرہ بھی لیئے اون کو بھی بالآخر چھوڑ دیا حالانکہ اون کے خیالات اور حالات مولانا کے خیالات و حالات کے ہی عکس اور پرتو ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس صاف اور کھلی ہوئی دلالت حال سے نتیجہ پر نہ پہونچا جائے اور مولانا کے دامن تقدس کو

ہر قسم کے شائبہ شکوک سے پاک و صاف نہ سمجھا جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر مقدس ہستی کے ساتھ جہاں بہت سے اُس کے دلدادہ اور جان نثار ہوتے ہیں وہاں بعض لوگ اُس کے دشمن اور حاسد بھی ہوتے ہیں اسی طرح جہاں ذمہ دار اشخاص میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے والے محتاط بزرگ ہوتے ہیں وہیں بہت سے ناعاقبت اندیش ناتجربہ کار بھی اِس جماعت میں دیکھے جاتے ہیں جو رسی کا سانپ بنانے اور جہاں سوئی نہ جائے وہاں بھالا گھسانے کو ہی اپنا کمال اور مایۂ فخر سمجھتے ہیں۔ مولانا کے بارہ میں اور نہ صرف مولانا بلکہ اکثر نظربندوں کے بارہ میں ہمارا یہی خیال ہے کہ وہ ناعاقبت اندیشی ناتجربہ کاری حسد یا خودغرضی کا شکار ہوئے ہیں۔ اور اِسی غلط فہمی کو دور کرنے اور انصاف چاہنے کی خاطر تمام مسلمان آواز بلند کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا کی ذات پر نظربندی کا اثر

حضرت مولانا ایک سن رسیدہ بزرگ ہیں اسوقت اُنکی عمر ۶۰-۷۰ کے درمیانی مراحل طے کر رہی ہے اِس عمر میں مولانا کو حالت نظربندی یا قید میں رکھنا ظاہر ہے کہ اونکی جسمانی اور روحانی حالت کو صدمۂ عظیمہ پہونچانا ہے۔ مولانا کی صحت وغیرہ حالات پر گورنمنٹ کی جانب سے کوئی روشنی نہیں ڈالی جاتی اور اِس وجہ سے کہ وہ دور دراز مسافت پر قاہرہ اور پھر مالٹا میں رکھے گئے ہیں

اون کے متعلقین کو دوسرے ذرائع سے بھی اون کی حالت معلوم کرنا مشکل ہے مولانا کے خطوط اگرچہ آتے ہیں اور اون میں مولانا بھی تحریر فرماتے ہیں کہ میں خیریت اور آرام سے ہوں۔ لیکن یہ اُس مقدس بزرگ کے الفاظ ہیں جو کڑی سے کڑی مصیبت اور سخت سے سخت حالت کو بھی ظاہر نہیں کرتے اور اپنی تمام تکالیف اور مصائب کا صبر و شکر سے مقابلہ کرتے ہیں اور ہر قسم کی چھوٹی بڑی تکلیف کو خدا کی طرف سے خیال فرما کر کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے اور نہ صرف لسان الحال بلکہ زبان قال سے ہر وقت یہی کہتے رہتے ہیں ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ۔۔۔ دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

اور احکام قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ حضرت مولانا کو یہ خیال بھی ہوگا کہ میرے بچے اور گھر والے میری تکلیف کی خبر سے بے چین ہو جائیں گے۔

ہمیں اونکے پہلے حالات کا تجربہ ہے کہ دولت خانہ پر تشریف رکھنے کے زمانہ میں سخت سے سخت بیماری کی خبر بھی اپنے متعلقین و خدام کو نہ دیتے اور نہ کسی حاضر باش کو یہ اجازت ہوتی کہ وہ کسی کو خبر دے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا کی بغل میں پھوڑا نکلا اور اُس میں شگاف کی نوبت آئی اور نہایت سخت تکلیف ہوئی آپ تو بھلا کسی کو کیوں خبر دیتے ایک خادم نے حضور سے بغیر دریافت کئے دہلی میں آپکے خدام کو بذریعہ خط کے اطلاع کر دی ۔ خدام یہ معلوم کر کے بے چین ہو گئے اور ایک

جماعت بغرض عیادت دیوبند پہونچی - آپ خلاف معمول ایک دم اِس جماعت کی حاضری سے متعجب ہوئے اور فرمانے لگے کہ کسی بے وقوف نے میری تکلیف کی اطلاع آپ صاحبوں کو کر کے خواہ مخواہ تکلیف دی۔

اِس بنا پر گمان غالب ہے کہ اگر مقام نظر بندی میں آپ کو کوئی تکلیف بھی ہوگی تو نہ خود تحریر فرمائینگے اور نہ ہمراہیوں کو اجازت ہوگی کہ وہ لکھیں +

مولانا کے ہمراہی

حضرت مولانا کے ہمراہیوں میں مولوی حسین احمد صاحب اور مولوی وحید صاحب بھی ہیں یہ دونوں مہاجرین مدینہ طیبہ میں سے ہیں اور اگرچہ مولوی وحید (جو بغرض طالب علمی ہندوستان آئے ہوئے تھے) حضرت مولانا کے ساتھ عرب کو گئے تھے - مگر مولوی حسین احمد صاحب تو مدینہ طیبہ ہی میں مقیم تھے اور وہیں سے حضرت مولانا کے ہمراہ مکہ معظمہ تک محض خدمت گذاری کے خیال سے آئے تھے - اور چودہری نصرت حسین صاحب تو مولانا کی روانگی جدہ سے صرف تین چار روز پہلے ہی مولانا کے مکان میں آئے تھے اور جیسا کہ آنریبل سید رضا علی صاحب کے سوال کے جواب میں مولانا کے ہمراہیوں کے طرز عمل کے خلاف کچھ کہا بھی نہیں گیا جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اون کے متعلق عمال گورنمنٹ کو بھی کوئی شکایت نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اون کو آزادی سے محروم کر کے نظر بند بلکہ قیدی کی حیثیت میں رکھا گیا ہی کیا یہ طرز عمل اور استبدادی کارروائی گورنمنٹ برطانیہ کی روایات آئین طرازی

ہے کچھ تعلق رکھتی ہے ؟

اسی طرح مولوی عزیر گل ایک طالب علم ہیں جو مولانا کی خدمت میں پڑھتے تھے اور ایک باکمال اُستاد سے تحصیل علم کے شوق میں مولانا کے ہمراہ سفر حجاز اختیار کیا اون کے متعلق بھی حکم نظر بندی کھلم کھلا تحکم نہیں تو اور کیا ہے +

مولانا کی صاف باطنی اور اطمینان قلب

(۱) جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے مولانا کا ارادہ کچھ دنوں جوار رب العزت میں رہنے کا تھا مگر بارادۂ ہجرت تشریف نہیں لے گئے تھے۔ خود مولانا نے متعدد شخصوں کے سوال کے جواب میں یہی فرمایا تھا کہ میں ہجرت کے ارادہ سے نہیں جاتا ہوں اور یہ اونکی صاف باطنی کی واضح دلیل ہے۔

(۲) مولانا کے متعدد خطوط جو ہندوستان پہونچے ہیں اور سنسر کی مُہر بھی اُن پر لگی ہوئی ہے ان خطوط میں حضور اقدس اپنے بچوں نواسیوں نواسوں و دیگر متعلقین کو تسلی دیتے ہوئے بھی امید ظاہر فرماتے رہے ہیں کہ میں عنقریب تم لوگوں سے ملنے والا ہوں یا عنقریب خدا تعالیٰ ہمیں تمہیں خوشی کے ساتھ اکٹھا کر دے گا۔ یہ الفاظ اِس امر پر کافی روشنی ڈالتے ہیں کہ مولانا کو اپنی بے گناہی کا پورا یقین اور اون کا ضمیر نتیجہ کی طرف سے بالکل مطمئن ہے اور سرکاری سنسر نے بھی حضور اقدس کی ان امید آمیز عبارتوں سے تعرض نہیں کیا۔

(۳) حضرت مولانا کی تمام زندگی علوم و معارف کی تعلیم و تلقین میں گذری آپ کی ذات ستودہ صفات اسلامی برکات کی مجسم تصویر ہے کبھی راہ حق سے ایک بال برابر بھی آپ کا انحراف کسی نے محسوس نہیں کیا۔ آپ ہمیشہ اپنے شاگردوں مریدوں متعلقین کو وفاء عہد، ادا امانت، اتباع حق کی تعلیم اور نصیحت فرماتے رہے اور ان تمام امور اور اوصاف حسنہ کے لیئے اپنی ذات کو عملی نمونہ بنائے ہوئے تھے۔

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کہ اونکی طبیعت میں ایک لمحہ کے لیئے بھی بغاوت یا نقض عہد کا خیال گذرنے کا یقین کیا جاسکے ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے مذہبی اور روحانی محبت ہونی لازمی ہے اور ہر مسلمان اپنے کلمہ شریک بھائی کو روحانی حیثیت سے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ وہ مغرب بعید کا رہنے والا ہو یا مشرق اقصیٰ کا اور یہ ایسا رشتہ اخوت ہے کہ اسکو کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی توڑ نہیں سکتی۔ اس لحاظ سے اگر ایک فدائے ملت پاکباز ہستی کو اپنے مسلمان بھائیوں سے مذہبی ہمدردی ہو خواہ وہ ترک ہوں یا مصری ایرانی ہوں یا روسی۔ مراقش کے مسلمان ہوں یا طرابلس کے تو اس میں کونسا سیاسی جرم ہے۔ سیاسیات کا حلقہ اثر جدا ہے اور مذہب و روحانیات کا جدا۔ تو پھر کیا وجہ کہ مسلمان محض اس روحانی اور مذہبی ہمدردی رکھنے کی وجہ سے پولٹیکل مجرم قرار دئے جائیں اور اون کے ساتھ حربی قیدیوں کا سا معاملہ کیا جائے۔ حالانکہ مسلمانوں نے ملکی قوانین کی انتہائی پابندی کی بناء پر موجودہ جنگ کے زمانہ میں ترکوں کے ساتھ اپنی مذہبی ہمدردی

اور روحانی دلسوزی ظاہر کرنے میں بھی نہایت احتیاط سے کام لیا ہے اور محض اس خیال سے کہ اِس وقت باہمی قلبی اور روحانی تعلق کے اظہار میں غلط فہمی کا احتمال ہے اپنے جذبات کو دبایا ہے۔

آخر میں تبرکاً ہم حضرت مولانا کا ایک والا نامہ درج کرتے ہیں جس کا مطالعہ مسلمان کے لیئے باعث سعادت ہوگا۔ اور اِس ہی پر اِس رسالہ کو ختم کرتے ہیں:۔

حضرت مولٰنا کا ایک خط

حضرت اقدس کا والا نامہ جو مالٹا سے بنام جناب مولوی حکیم محمد حسن صاحب آیا تھا اُس کا اقتباس حسب ذیل ہے:۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالعَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِینَ۔!!

اخ معظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکرمکم اللہ ۔ وَسَلّم

کل انتظار مدید کے بعد آپ کا خط ساتوین جمادی الاول کا لکھا ہوا ہم کو مالٹا میں ملا سب کی خیریت مجمل معلوم ہو کر مسرت ہوئی۔ الحمد للہ! عزیز مسعود کے بعد تقریباً چھ ماہ میں آپ کا خط آیا۔ بہت غنیمت معلوم ہوا بقول شخصے ؎

یوں اسیرانِ قفس تک کوئی پہونچا گلِ برگ جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ

چند خطوط میں نے اور بعض رفقا نے اور بھی روانہ کئے ہیں۔ غالباً پہونچے ہوں گے بالجملہ ہم سب بحمد اللہ خیریت سے ہیں اور راحت سے ہیں۔ آپکو خط[1] لکھنے کے

---

[1] اِس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے مصر سے بھی کوئی خط مکان کو روانہ فرمایا ہے - مگر جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے مصر کا لکھا ہوا کوئی خط ہندوستان نہیں پہونچا ہے اسلئے ممکن ہے کہ اس عبارت میں خط لکھنے سے کسی ہمراہی کا خط لکھنا مراد ہو۔ (خود مولانا)

پندرہ بیس روز بعد یہ ہوا کہ ہم لوگ مصر سے کچھ ترقی کرکے مالٹا آگئے ہیں۔ مسافت تو کچھ بڑھ گئی مگر تکلیف کچھ نہیں بلکہ یہاں راحت زیادہ ہے۔ الحمدللہ گو اس عرصہ میں حالات وطن سے بے خبری رہی مگر دور دراز کے وہ حالات معلوم ہوئے جو خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔ آدمی جب تک زندہ ہے حرکت زمانی تو کسی وقت رکتی نہیں مگر حرکت زمانی اور حرکت مکانی دونوں ملکر بہت سے انکشافات جدیدہ کی موجب ہوگئیں شعر ؎

ستبدی لك الایام ماکنت جاھلا

ویاتیك بالاخبار من لم تزود

ترجمہ عنقریب زمانہ بہت سی نامعلوم باتیں تجھ پر ظاہر کردے گا۔ اور تجھے وہ شخص خبریں دے گا جسے تو نے کوئی توشہ یا اجرت بھی نہیں دی ۱۲۔

سعد و اسباق و دیگر مشاغل میں اچھی طرح گذر رہی ہے۔ اِدھر وترجون من اللہ مالا یرجون کا مبارک سلسلہ بھی ایسا نہیں کہ جو کسی وقت منقطع ہو جائے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

گھر میں سب کو اور مکان میں بچوں کو سلام کہدو"

اِس والا نامہ میں اپنے اسم گرامی کے ساتھ حضرت مولانا نمبر ۲۲۱۹

تحریر فرماتے

ہیں غالباً یہ نمبر اسیری

کا ہوگا۔

حضرت مولانا کے ایک خادم نے اپنے دردِ دل کا اس طرح اظہار کیا ہے

الا یا مالٹا! طوبیٰ وبشریٰ ثَوٰی بِکِ مَن محا آثار کفرٍ

ہاں اے مالٹا! تجھے مبارکباد اور خوشخبری ہو کیونکہ تیرے اندر وہ بزرگ مقیم ہے جس نے کفر کے نشان مٹا دیئے

ولم تکُ قبلہٗ الا خرابًا خمولًا غیر معروفٍ بخیرٍ

اس سے پہلے (مالٹا) ایک ویرانہ اور گمنام مقام تھا جس کی کوئی بھلائی معروف و مشہور نہ تھی۔

فلمّا حلّھا عادت ریاضًا منضّرۃً من التقویٰ وذکرٍ

جب اس نفس مقدسہ نے اس میں نزول فرمایا تو وہ ذکر اللہ اور تقوے کا سرسبز باغ بن گیا

مکلّلۃً بازھار المزایا وازھار المزایا خیر زھرٍ

ایسا باغ جس میں تمام اوصاف حمیدہ کے پھول کھلے ہیں اور درحقیقت فضائل کے پھول بہترین پھول ہیں

الا یا مالٹا! کونی سلامًا علیٰ محمودنا الراضی بقدرٍ

ہاں اے مالٹا! تو ہمارے مقتدا مولانا محمود حسن پر جو خدا کے حکم پر سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں مجسم سلامتی بن جا

امام الخلق قُدوتھم جمیعًا لہٗ کرمٌ الی الآفاق یسری

حضرت مولانا موجودہ مخلوق کے امام اور پیشوا ہیں ان کا صیتِ کرم دنیا کے کناروں تک پہنچا ہوا ہے۔

جُنَیْدُ الْعَصْرِ سِرِّیُّ الزَّمَانِ غُیُوْثُ فُیُوْضِهٖ تَهْمِیْ وَتَجْرِیْ

اس زمانہ کے جنید اور سری سقطی آپ ہی ہیں، آپکے فیوض کی بارشیں برستی اور بہتی ہیں

فَرِیْدٌ فِیْ خَلَائِقِهِ الْعِذَابِ وَحِیْدٌ فِی التُّقٰی مِنْ غَیْرِ فَخْرِ

اپنی شیریں عادات میں فرد اور تقوے اور پرہیزگاری میں یکتائے زمانہ ہیں

اَشَدُّ النَّاسِ اَمْثَلُهُمْ بَلَاءً فَیَا شَمْسَ الْهُدٰی یَا طَوْدَ صَبْرِ

جو شخص مخلوق میں برگزیدہ ہوتا ہے، اسپر مصائب بھی سخت ہوتی ہیں تو اے ہدایت کے آفتاب اور صبر کے ثابت قدم پہاڑ!

ذَکَرْنَا یُوْسُفَ الصِّدِّیْقَ لَمَّا اُسِرْتَ بِغَیْرِ اِسْتِحْقَاقِ صَبْرِ

ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام یاد آگئے جب آپ کو بغیر اظہار کسی جرم کے قید کرلیا گیا

لِحَرِّ الْبَیْنِ فِیْ صَدْرِ الْکَئِیْبِ تَفِیْضُ دُمُوْعُهٗ حُمْرًا کَجَمْرِ

اُس غم فراق کی گرمی سے جو محب غمگین کے سینہ میں جاگزیں ہو اسکے آنسو انگاروں کے مانند سرخ بہتے ہیں

سَیُنْزِلُكَ الْعَزِیْزُ بِمَحَلِّ عِزٍّ وَیَنْصُرُكَ النَّصِیْرُ اَعَزَّ نَصْرِ

عنقریب خدائے عزیز آپ کو مقام عزت میں جگہ دے گا۔ اور خدائے نصیر آپ کی قوی مدد فرمائیگا

سَیَکْفِیْكَ الْاِلٰهُ فَاَنْتَ مَرْءٌ کَفَاكَ اللّٰهُ قِدْمًا کُلَّ شَرِّ

اور عنقریب خدا تعالیٰ کی مدد آپ کو کافی ہوگی۔ کیونکہ آپ وہ شخص ہیں جسے خدا نے ہمیشہ ہر قسم کے شر سے بچایا ہے